والے آدمی کے ذہن میں بھی وہاں یہ تخیل راہ نہیں پاتا کہ جس انقلاب کا وہ خواہش مند ہے اُسے برپا کرنے کے لیے فلاں شخص یا فلاں اشخاص کو قتل کر دینا مفید یا ناگزیر ہے۔ غور کیجیے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ درحقیقت یہ سب کچھ اس بات کا ثمرہ ہے کہ وہاں ایسے حالات پیدا کیے گئے ہیں جن میں ہر شخص اپنے نظریے اور پروگرام کے حق میں رائے عام کو ہموار کرنے کی کوشش کر سکتا ہے، اور ہر شخص کو پورا اطمینان ہے کہ جب بھی وہ رائے عام کو ہموار کرے گا، ملک کا نظام اس کے منشا کے مطابق بدل جائیگا۔ وہاں اگر کسی کی بات نہیں چلتی تو اس لیے نہیں کہ کسی نے طاقت سے اس کا راستہ روک رکھا ہے، بلکہ صرف اس لیے کہ رائے عام اس کے حق میں نہیں ہے۔ یہ چیز اس کو پستول چلانے کے بجائے اپنی بات کو پھیلانے اور عوام کو اپنے دلائل سے مطمئن کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اسے کبھی یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ وہ اُن ذرائع سے محروم کر دیا جائے گا جن سے وہ اپنے حق میں رائے عام کو ہموار کر سکتا ہو۔ اور اس کو کبھی یہ خطرہ بھی لاحق نہیں ہوتا کہ انتخابات میں کوئی بااختیار شخص یا گروہ اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر رائے عام کے بالکل برعکس نتائج حاصل کرے گا۔ یہی چیز ہے جس کی بدولت برطانیہ میں ہر تغیر بالکل پُرامن اور معقول طریقے سے ہو جاتا ہے، اور باشندگانِ ملک میں جبری انقلاب یا سیاسی قتل و خون کا رجحان پیدا ہونے ہی نہیں پاتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسی ہی حالت ہمارے ملک کی بھی ہو جائے اور یہاں اُن اسباب کی جڑ کاٹ دی جائے جو سازشوں اور خفیہ تحریکوں اور مجرمانہ اقدامات کے محرک بنتے ہیں۔

خارجی مسائل

اب میں سب سے پہلے خارجی مسائل کا ـــــ اُن خارجی مسائل کا جو ہمارے لیے کسی نہ کسی حیثیت سے دلچسپی کے موجب ہیں ـــــ ایک مختصر جائزہ لونگا۔

مصر، ایران اور شمالی افریقہ ہمیں ہر حیثیت سے قریب ترین دلچسپی جس معاملہ میں ہے وہ اُن مسلم ممالک کا معاملہ ہے جن سے اس وقت مغرب کی جابر طاقتوں کی کشمکش چل رہی ہے۔ ایران

مصر، شمالی افریقہ، یہ وہ ممالک ہیں جن پر ایک مدت دراز سے انگلستان اور فرانس دست درازی کرتے رہے ہیں، اور اب یہ اپنے نقصانات کی تلافی اور اپنے کھوئے ہوئے حقوق کی واپسی کے لیے کوشاں ہیں پچھلی جنگ عظیم کی برکات میں سے ایک برکت یہ ہے کہ اُن ظالم قوموں کا زور ٹوٹ گیا ہے جو دنیا بھر کے لیے بلائے بے درماں بنی ہوئی تھیں۔ جن کی سلطنت میں سورج غروب نہ ہوتا تھا، اب ان میں وہ غروب ہونے لگا ہے۔ جو سمندر کی لہروں پر حکمرانی کر رہے تھے، اب ان کے چنگل سے لہریں آزاد ہو رہی ہیں۔ مغلوب اور مظلوم ملکوں کو اب یہ موقع مل گیا ہے کہ جس گرفت میں وہ جکڑے ہوئے تھے اس سے نکلیں اور جو کچھ ناروا طریقے پر اُن سے لیا گیا تھا اسے واپس لیں۔ لیکن ظالم طاقتیں کمزور ہو جانے کے باوجود ابھی تک ہر اُس چیز کو دانتوں سے پکڑے ہوئے ہیں جو اپنے زور کے زمانے میں انہوں نے کمزوروں سے چھینی تھی۔ اس طرح مشرق سے لیکر مغرب تک ایک کشمکش برپا ہو گئی ہے۔

اس معاملہ میں ہماری ساری ہمدردیاں اُن ملکوں کے ساتھ ہیں جو اپنے جائز حقوق کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہماری ہمدردی صرف اسی بنیاد پر نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہیں، بلکہ اس بنیاد پر بھی ہے کہ وہ مظلوم ہیں، حق ان کے ساتھ ہے، اور اُن کے حریف سراسر ناحق پر ہیں۔ ہماری دلی خواہش یہ ہے کہ اس دنیا سے ظلم مٹے اور انصاف کا بول بالا ہو۔

اس سلسلہ میں ایک اہم سوال بھی ہے جسے میں اس موقع پر صاف کر دینا چاہتا ہوں۔ میں نے بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ کھٹک پائی ہے، اور انگریزی پریس نے اس کو اُبھارنے کی کوشش کی ہے کہ ایران اور مصر، دونوں نے اپنے اپنے معاہدات کی یک طرفہ تنسیخ کر دی ہے، حالانکہ معاہدے کا دوسرا فریق اس پر راضی نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس طرح کسی معاہدے کو ایک فریق فسخ کرنے کا کیسے مجاز ہو سکتا ہے؟ یہ ایک اخلاقی سوال ہے جسے وہ لوگ تو نظر انداز کر سکتے ہیں جن کے نزدیک اصل اہمیت صرف قومی مفاد کی ہے اور جن کی رائے میں قومی مفاد کا اگر تقاضا ہو تو اس پر ہر اخلاقی اصول قربان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہم اسے کسی طرح نظر انداز نہیں

کرسکتے، کیونکہ ہمارے نزدیک اخلاق ہر چیز پر مقدم ہے اور فائدہ ہو یا نقصان، ہر صورت میں اخلاقی اصولوں کی پابندی ہونی چاہیے۔ اس لیے میں اس سوال کا یہاں جواب دینا چاہتا ہوں تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں اس معاملے کے متعلق کھٹک موجود ہے ان کی کھٹک بھی دور ہو جائے اور ہمارے متعلق بھی کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ہم نے اخلاق کے سوال کو نظر انداز کر کے کسی بے جا حمیت کی بنا پر اس معاملہ میں مصر و ایران کی حمایت کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اصول اخلاق کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے اُن معاہدات میں جو دو فریق اپنی آزاد مرضی اور مساویانہ طریقہ سے باہم طے کریں، اور اُن معاہدات میں جو ایک فریق کی کمزوری یا مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دوسرا فریق حاصل کرے۔ اخلاق کی نگاہ میں یہ دو الگ الگ نوعیتوں کے معاہدے ہیں اور ان دونوں کا حکم ہرگز یکساں نہیں ہو سکتا۔ جو معاہدے فریقین کی آزادانہ رضامندی سے مساویانہ طریقے پر طے ہوئے ہوں وہ یقیناً وزنی اور قیمتی معاہدے ہیں، ان کی پوری پوری پابندی ہونی چاہیے، ان کی خلاف ورزی حرام ہے، ان میں کسی قسم کے ردوبدل کا ایک فریق کو حق نہیں پہنچتا۔ لیکن جو معاہدہ فریقین کی آزادانہ رضامندی سے مساویانہ طریقے پر طے نہ ہوا ہو، بلکہ جس کو ایک فریق نے اپنے زور سے حاصل کیا ہو اور دوسرے نے اپنی کمزوری یا مجبوری کی بنا پر مانا ہو، وہ اخلاقی حیثیت سے کوئی وزن اور قیمت نہیں رکھتا۔ اس کا قیام و بقا اخلاق پر نہیں بلکہ فریقین کے حالات پر منحصر ہے۔ جب تک وہ حالات باقی رہیں جن میں اس نوعیت کا معاہدہ ہوا تھا، صرف اسی وقت تک ایسا معاہدہ نافذ العمل رہ سکتا ہے۔ اور جب حالات بدل جائیں، جب ظالم کا زور ٹوٹ جائے اور مظلوم کی کمزوری یا مجبوری باقی نہ رہے، ایسے معاہدے کو آپ سے آپ ٹوٹ جانا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ جو اخلاقی ذمہ داری مظلوم فریق پر عائد ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ حالات بدل جانے پر وہ پہلے ظالم فریق کو معاہدے پر نظر ثانی کرنے کی دعوت دے۔ لیکن اگر اس کے دعوت دینے کے باوجود ظالم فریق نہ مانے تو مظلوم فریق کو پورا حق پہنچتا ہے کہ اس کا معاہدہ اس کے منہ پر مار دے، یا

معاہدے میں انصاف کے مطابق مناسب ترمیم کر دے۔

یہ جو کچھ عرض کر رہا ہوں یہ کوئی میرا من گھڑت اخلاقی اصول نہیں ہے، بلکہ شریعت اسلامی میں اس کی بنیاد موجود ہے۔ اسلامی قانون سود کے معاہدے کو تسلیم نہیں کرتا، کیونکہ اس میں ایک فریق اپنی برتر مالی پوزیشن کی بنا پر سود کی شرط عائد کرتا ہے اور دوسرا فریق اپنی مالی کمزوری اور اپنے حالات کی مجبوری سے اس شرط کو قبول کرتا ہے۔ اسی طرح اسلامی قانون بیع مضطر کو بھی تسلیم نہیں کرتا، کیونکہ اس میں ایک فریق دوسرے کو پریشان حال دیکھ کر اس کی ۱۰۰ روپے مالیت کی چیز کے پانچ روپے دام لگاتا ہے، اور دوسرا فریق اپنی مصیبت سے مجبور ہو کر ان داموں اپنی چیز بیچ دیتا ہے۔ یہ اصول صرف شخصی معاملات تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ بین الاقوامی معاملات میں بھی اس کی نظیریں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کے معاہدے کو لیجیے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان طے ہوا تھا۔ اس معاہدے میں من جملہ دوسری شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مدینے سے جو لوگ بھاگ کر مکہ جائیں گے انہیں تو کفار مکہ واپس نہ کریں گے، مگر مکہ سے جو لوگ بھاگ کر مدینے جائیں گے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس کر دیں گے۔ یہ صریح طور پر ایک غیر معقول اور غیر منصفانہ شرط تھی جو کفار مکہ کے اصرار پر مانی گئی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس مجبوری سے اس کو قبول کیا تھا کہ کفار مکہ اس کے بغیر آپ کو اور مسلمانوں کو زیارت کعبہ کا حق دینے کے لیے تیار نہ تھے، حالانکہ عرب کے قدیم ترین مسلّمہ قاعدے کے مطابق نہ حرم کعبہ اہل مکہ کی جائداد تھا اور نہ انہیں کسی کو اس کی زیارت سے روکنے کا، یا اس پر کوئی شرط عائد کرنے کا حق تھا۔ اس لیے ان کی یہ شرط قطعی غیر منصفانہ تھی اور ایک صاحب حق کی مجبوری سے بالکل ناجائز فائدہ اٹھا کر منوائی گئی تھی۔ اب دیکھیے کہ قرآن اس شرط کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ جہاں تک مردوں کا تعلق تھا، قرآن نے اس کو باقی رہنے دیا۔ مگر جب کچھ عورتیں مکہ سے ہجرت کر کے مدینے آئیں اور کفار مکہ نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، تو قرآن میں صاف حکم آ گیا کہ ان عورتوں کو واپس نہ کیا جائے۔ یہ صریح طور پر بین الاقوامی معاہدے کی یک طرفہ ترمیم تھی

اور اس کے جواز کی اس کے سوا اور کوئی بنیاد نہ تھی کہ جس معاہدے کو ایک فریق نے دوسرے فریق کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر تسلیم کرایا ہو اس کی اخلاقی حیثیت ہرگز وہ نہیں ہے جو فریقین کی مساویانہ اور آزادانہ مرضی سے طے کیے ہوئے معاہدوں کی ہوتی ہے۔ اس طرح کے ایک معاہدے میں مظلوم فریق کو حق پہنچتا ہے کہ اگر پورا معاہدہ ظالمانہ ہو تو موقع پا کر اسے ظالم کے منہ پر مار دے، اور اگر معاہدے کی کچھ شرطیں ناقابلِ برداشت ہوں تو انصاف کو ملحوظ رکھ کر ان میں مناسب ترمیم کر دے۔ یہ ایک مستقل اصول ہے جو قرآن کے اس فیصلے سے مستنبط ہوتا ہے۔

پس ہم اس معاملہ میں بالکل مطمئن ہیں کہ ایران اور مصر نے معاہدات کی یک طرفہ تنسیخ کا جو اقدام کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ یہ معاہدے ظالمانہ تھے اور اسی قابل تھے کہ انہیں فسخ کر دیا جائے۔

شمالی افریقہ، مصر، ایران اور دوسرے تمام مسلم ممالک میں برطانیہ، امریکہ اور فرانس نے جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے اس سے ہم کو یہ قوی اندیشہ ہے کہ اگر اس کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہا تو آخر کار یہ پالیسی ان تمام ملکوں کو کمیونزم کی طرف دھکیل دیگی اور اس کے نتائج ساری دنیا کے لیے بھی خطرناک ہونگے اور خود ان مسلمان ملکوں کے لیے بھی۔ خدا کرے کہ ان ظالم قوموں کی آنکھیں کھل جائیں اور انہیں جلدی محسوس ہو جائے کہ اس نازک موقعہ پر یہ کیسی سخت غلطی کر رہی ہیں۔ اگر مسلمان ملک اپنے حق کے سوا کچھ اور مانگ رہے ہوتے تو البتہ یہ ایک بیجا بات ہوتی اور اسے رد کر دینے میں مغربی قومیں حق بجانب ہوتیں۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ حق والے اپنا حق مانگتے ہیں اور اسے طاقت کے بل پر ٹھکرایا جاتا ہے۔ اپنی جہانگیرانہ اغراض کے لیے نت نئی پالیسیاں بنائی جاتی ہیں اور زبردستی ان کو دوسروں پر ٹھونسا جاتا ہے۔ عرب ملکوں کے سینے میں اسرائیل کا خنجر بھونکا جاتا ہے۔ سویز کے راستے پر قابض رہنے کے لیے اصرار کیا جاتا ہے۔ ایران کے پٹرول کو چھوڑنے سے انکار کیا جاتا ہے۔ الجیریا، مراکش اور ٹیونس پر فرانس بدستور اپنا قبضہ جمائے رکھنا چاہتا ہے۔ ان حرکات کو آخر کون جائز ثابت کر سکتا ہے؟

ان پر اصرار کرنے کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ آپ ان ملکوں کو زبردستی دھکیل دھکیل کر روس کی گود میں پھینکنا چاہتے ہیں۔ جس رفتار سے ان ملکوں میں کمیونزم کا زور بڑھ رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک امریکہ اور انگلستان کی ظالمانہ پالیسی نہ بدلے گی مسلمانوں کی کمیونزم سے طبعی بیزاری اور مسلم ممالک کی اسلامی تحریکات کے باوجود اس سیلاب کو نہ روکا جا سکے گا۔ پس یہ وقت ہے کہ امریکہ اور انگلستان ہوش میں آئیں اور اپنا رویہ بدلیں۔ حکومت پاکستان سے ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان دونوں سلطنتوں کو اُن کی موجودہ پالیسی کے خطرناک نتائج پر صاف صاف متنبہ کرے اور انہیں اس سے باز آنے کا مشورہ دے۔ ہمارے محکمہ خارجہ کو انہیں سمجھانا چاہیے کہ تم اب زیادہ مدت تک مسلم ممالک کے سینے پر مونگ نہیں دل سکتے۔ اب تمہیں دو راستوں میں سے ایک کو لامحالہ انتخاب کرنا ہوگا۔ ایک راستہ یہ ہے کہ تم ان ملکوں کو راضی اور مطمئن کر کے ان کا دوستانہ تعاون حاصل کرو۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ ان کو تنگ کر کر کے کمیونزم اور روس کی طرف دھکیل دو۔ تم خود ہی موازنہ کر کے دیکھ لو کہ ان دونوں میں سے کونسا راستہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

مسلم ممالک کے سلسلے میں ایک اور بات بھی ہے جس کے متعلق میں جماعت اسلامی کے نقطۂ نظر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ خدا کے فضل سے اس وقت ان ملکوں میں متعدد ایسی تحریکیں چل رہی ہیں جن کا مقصد اسلام کا احیاء اور اسلامی نظامِ زندگی کی تجدید و ترویج ہے۔ ہم ایسی تمام تحریکات سے دلی ہمدردی رکھتے ہیں، سچے دل سے ان کی کامیابی کے خواہشمند ہیں، اور ہر اس تعاون کے لئے تیار ہیں جو ہمارے اور ان کے لئے ممکن ہو۔ اسی طرح ہم ان سے بھی یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں وہ ہمارے ہمدرد اور مددگار بنیں۔ بخلاف اس کے ان ملکوں میں جتنی تحریکیں قوم پرستی پر مبنی ہیں، یا جن کا مقصد مغربی افکار و اطوار اور غیر اسلامی تہذیب و تمدن کو فروغ دینا ہے، ہم ان کے اسی طرح مخالف ہیں جس طرح خود اپنے ملک کی ایسی تحریکات کے مخالف ہیں۔

روس اور اینگلو امریکن بلاک خارجی مسائل میں دوسری اہم چیز جو ہمارے لئے اور ساری دنیا